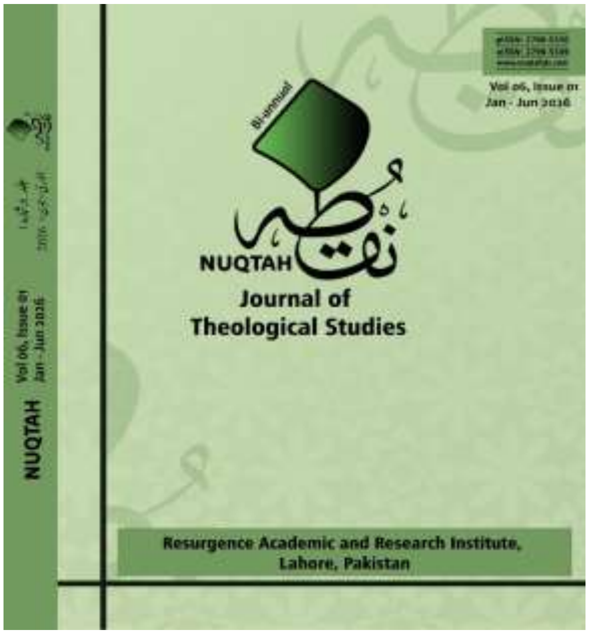

Nuqtah Journal of Theological Studies

Editor: Dr Shumaila Majeed

(Bi-Annual)

Languages: English, Urdu, Arabic

p-ISSN: 2790-5330 e-ISSN: 2790-5349

https://nuqtahjts.com/index.php/njts

Published by

Resurgence Academic and Research

Institute Lahore (53720), Pakistan

Email: editor@nuqtahjts.com

امام ابن رجب حنبلی رحمۃ اللہ علیہ بحثیتِ صوفی وعارف: فتح الباری کا انتقادی مطالعہ

Imam Ibn Rajab al-Ḥanbalī as Ṣūfī and Gnostic: A Critical Study of Fath al-Bārī

Zabeh Ulllah
M.Phil Scholar, Department of Islamic Studies,
Government College University, Faisalabad, Pakistan.
Email: zabeh.2014055382@gcuf.edu.pk

Dr. Hafiz Muhammad Asghar
Assistant Professor, Department of Islamic Studies,
Government College University, Faisalabad, Pakistan.
Email: hafizmuhmmadasghar@gcuf.edu.pk

Muhammad Rizwan
M. Phil Scholar, Department of Islamic Studies,
Government College University, Faisalabad, Pakistan.
Email: rizwan.2020000604@gcuf.edu.pk

Published online: 20 March, 2026

View this issue

Complete Guidelines and Publication details can be found at:
https://nuqtahjts.com/index.php/njts/publication-ethics

Abstract

The tradition of Sufism is no fleeting apparition that graced a single age and then vanished beneath the dust of history: rather, it is a spring of pure and living water that burst forth from the earliest dawn of Islam and has flowed ever since through successive generations of learned hearts, preserving through every century its vitality and freshness. The role played by the muḥaddithūn within this tradition was never merely that of transmitters and narrators; they were equally the custodians and guardians of an inner spiritual inheritance that flowed from the fountainhead of prophethood into the hearts of the faithful age after age. From Imām Sufyān al-Thawrī to Imām Aḥmad ibn Ḥanbal, and from them onward to Imām Jalāl al-Dīn al-Suyūṭī and those who carried the torch after him , this unbroken succession stands as a golden chain , each link receiving its light from the one before and passing it faithfully to the one that follows. It was the singular distinction of the muḥaddithūn that they refused to confine taṣawwuf within the walls of ecstatic gatherings and samā assemblies; rather, they enshrined it within the chains of isnād and the proofs of fiqh, preserving it in their written works as an authenticated intellectual legacy for every generation yet to come. Within this historical continuum, the figure of Imām Ibn Rajab al-Ḥanbalī stands as a great and stately tree whose roots are sunk deep into the soil of the salaf al-ṣāliḥīn and whose branches spread their shade generously over the twin disciplines of ḥadīth scholarship and interior spiritual knowledge alike. In an age of singular delicacy: a time when the gulf between the ẓāhir and the bāṭin threatened to widen irreparably, he demonstrated through his written legacy that the muḥaddith and the ṣūfīyyah are not two separate and estranged beings, but rather two flourishing fruits of one and the same spiritual tree. By according taṣawwuf its rightful place within the body of his learned works, he ensured that it would not remain the exclusive inheritance of the khānqāh and the retreat, but would find an honored seat at the intellectual table of the madrasa as well. And so, he became one of the most credible witnesses this tradition has ever known: a witness whose testimony was accepted not only by his own generation but by every century that followed, and whose writings remain to this day the faithful custodians of this enduring truth.

Keywords: Taṣawwuf, Spiritual Tradition, Imām Ibn Rajab al-Ḥanbalī, Fatḥ al-Bārī.

امام زین الدین ابن رجب حنبلی رحمۃ اللہ علیہ کا منہج اس نادر و نفیس علمی روایت کا درخشاں مظہر ہے جہاں علمِ ظاہر کی صلابت اور علمِ باطن کی لطافت ایک دوسرے میں اس طرح مدغم ہو جاتی ہیں جیسے صبحِ صادق کا نور شبِ تاریک کے دامن میں آہستہ آہستہ اترتا ہے۔ ان کے نزدیک تصوف کوئی مستقل فن یا جداگانہ طریق نہیں، بلکہ وہ قلبی انوار اور روحانی احوال ہیں جو کتاب و سنت کی آغوش میں پروان چڑھے اور تزکیۂ نفس و تصفیۂ قلب پر منتج ہوں۔ زہد، ورع، خشیتِ الٰہی اور محاسبۂ نفس، یہ چار وہ روحانی ستون ہیں جن پر انھوں نے اپنے سلوک کی عمارت استوار کی، اور ان کی تصانیفِ جلیلہ میں یہ حقائقِ روحانی احادیثِ نبوی کی شرح و تفسیر کے پیکر میں اس طرح جلوہ گر ہوئے کہ علمِ حدیث خود ایک مکتبِ روحانی بن گیا۔ ہر حدیث ایک چراغ بن کر سالک کے قلب کی تاریکیاں روشن کرتی نظر آئی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ حنبلی روایت کے ان اکابر زہاد و محدثین کے حقیقی وارث تھے جن کے نزدیک شریعت و سلوک کی ابتدا بھی ہے اور انتہا بھی، جن کے قلوب کا قبلہ رضائے الٰہی تھا۔

امام ابن رجب رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے دوسرا پہلو وہ نقدی بصیرت اور علمی شجاعت ہے جس سے انھوں نے فلسفیانہ تصوف کے مبہم سمندروں میں اترے بغیر روحانیت کے ساحلِ سلامت پر اپنا قدم جمائے رکھا۔ وجد اور کیفیاتِ قلب کو انھوں نے اس حد تک قبول کیا جہاں تک نصوصِ شریعت کی روشنی ان پر پڑتی ہو، لیکن حلول و اتحاد اور وحدت الوجود کی ان فلسفیانہ وادیوں سے انھوں نے واضح اجتناب کیا جہاں عقل بھٹکتی اور ایمان لڑکھڑاتا ہے۔ ان کے نزدیک روحانیت کا اعلیٰ ترین مقام تسلیم و رضا اور توکل ہے، وہ کیفیت جہاں بندہ اسباب کی دنیا میں رہتے ہوئے بھی دل کو یکسر اللہ کی طرف موڑے رکھتا ہے، مصائب کی آندھیوں میں صبر کا چراغ تھامے رہتا ہے۔ ہر نشیب و فراز میں انابت و خشیت کی لو

کو اپنے سینے میں فروزاں رکھتا ہے۔ یوں ابن رجب رحمۃ اللہ علیہ کا تصوف منہجِ محدثانہ اور روحانیت کی اس روایت کا امین ہے جہاں علمِ حدیث، زہدِ قلبی اور خشیتِ ربانی مل کر ایک ایسا روحانی نظام تشکیل دیتے ہیں جو قیامت تک اہلِ دل کے لیے مشعلِ راہ بنا رہے گا۔

اس مضمون میں جن عناوین و مباحث کا احاطہ کیا گیا ہے وہ درج ذیل ہیں:

* ضرورت و اہمیتِ موضوع
* احوالِ حیات کا صوفی گوشہ
* فہرستِ کتب مشمولہ مباحثِ تصوف
* تشریحِ حدیث کا صوفی منہج مع امثلہ
* صوفی فکر میں قولِ فیصل
* نتیجۃ البحث

1۔ضرورت و اہمیتِ موضوع:

اس مضمون میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کی صوفی فکر کو بیان کیا گیا ہے تا کہ یہ معلوم ہو سکے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک صوفیہ و تصوف کا کیا مقام و درجہ ہے۔ اس کی ضرورت ذیل وجوہات کی بنیاد پر ہے:

* علم کی وہ شمع جو بغداد و دمشق کے افق پر فروزاں ہوئی، جس کی لو سے فقہ و حدیث کے طالبانِ حق نے اپنے دامن روشن کیے۔ وہ امام ابن رجب حنبلی رحمۃ اللہ علیہ کی ذاتِ گرامی ہے۔ فقہِ حنبلی کی امامت، حفاظتِ حدیث کی ثقاہت، اور اصولِ فقہ میں گہری بصیرت یہ وہ اوصاف ہیں جن پر علمی دنیا کا اتفاق ہے۔ مگر آپ کی شخصیت کا وہ گوشہ جو محققین کی نگاہِ التفات سے اوجھل رہا، وہ آپ کا تصوف وصوفیہ سے تعلق اور اس موضوع پر آپ کی فکرِ رسا کی جہات۔
* جس شخصیت نے اپنی تصانیف میں علمِ باطن کی اہمیت کو اجاگر کیا/ صوفیائے کرام کے اقوال کو شرحِ احادیث میں ستاروں کی طرح جڑا/، جو آپ کے منہج کی اصل روح کو آشکار کرتے ہیں، اسے تصوف کا مخالف گردانا جاتا ہے۔
* آپ رحمۃ اللہ علیہ کا عہد اپنے اندر عجیب تضادات سمیٹے ہوئے تھا۔ ایک طرف سلاسلِ تصوف اپنے ارتقاء کی منزلیں طے کر رہے تھے، دوسری طرف مکتبِ ابن تیمیہ سے بعض موضوعات پر تنقید کے نشتر چل رہے تھے۔ ایسے پر آشوب علمی ماحول میں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے جو منہج اختیار کیا افراط و تفریط کی بجائے اعتدال کی صراطِ مستقیم تھی جو کتاب و سنت کی روشنی میں ہر معاملے کو پرکھتی ہے۔
* کیفیاتِ صوفیہ، مکاشفات و مراقبات کے بارے میں ایک محدث اور شارحِ احادیث کی رائے مشعلِ راہ ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ان کیفیات کو اس وقت معتبر جانا جب وہ شریعت کے دائرے میں ہوں اور کتاب و سنت کی کسوٹی پر پورا اتریں۔
* آج کی فکری خرابیوں کا علاج بھی ہے اور تصوف کی صحیح ترجمانی کا ذریعہ بھی۔ اسلاف کے اقوال و تشریحات ہی وہ لنگر ثابت ہیں جن سے تھام کر کشتیِ فکر کو ساحلِ مراد تک پہنچایا جا سکتا ہے۔

یہ اور اس طرح کے دیگر کئی امور و سوالات آپ رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت کے اس پہلو کا جائزہ لینے پر برانگیختہ کرتے ہیں۔

2۔احوالِ حیات کا صوفی گوشہ:

آپ کا نام عبد الرحمن بغدادی دمشقی حنبلی، شہرت ابنِ رجب کے نام سے ہے۔ آپ کے دادا عبد الرحمن کو ماہِ رجب میں پیدا ہونے کی وجہ سے رجب کہا جاتا تھا۔ آپ کو دادا کی اسی نسبت کے باعث ابنِ رجب کہا جانے لگا۔ کنیت ابو الفرج اور زین الدین لقب ہے۔ امام ابن رجب رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت بروز ہفتہ 15 ربیع الاول 736ھ کو بغداد میں ہوئی۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ زہد و تقویٰ، خشیتِ الٰہی اور فضل و کمال میں اپنی مثال آپ تھے۔ لوگوں سے ملنے جلنے کے بجائے گوشہ نشینی پسند کرتے تھے۔ عوامی اور معاشرتی مسائل الجھے رہتے اور نہ ہی حکامِ وقت سے کوئی سروکار تھی۔ علم کی اشاعت اور تصنیف و تالیف میں مشغول رہتے تھے۔ قصاعین کے مدرسہ سکریہ میں رہائش رکھتے تھے۔ آپ کا علمی مقام اتنا بلند تھا کہ لوگ دور دور سے آپ کی طرف کھنچے چلے آتے تھے۔ آپ بہترین واعظ تھے۔ لوگوں پر آپ کا وعظ اثر انداز ہوتا اور اسے سن کر لوگوں کے دل بیدار ہوتے۔ کی طرح تھا

۔ آپ کے وعظ میں آیات واحادیث اور رقت انگیز اشعار ہوتے جسے سن کر لوگوں پر گریہ اور رقت طاری ہو جاتی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو اسلاف کا کلام اور ان کے واقعات خوب یاد تھے۔ تقویٰ وپرہیزگاری کے ساتھ آپ کو عبادت کا ذوق وشوق بھی بہت تھا، کثرت کے ساتھ عبادت فرماتے اور تہجد گزار تھے۔ آپ کی وفات بروز اتوار 6 رجب المرجب 795ھ کو دمشق میں ہوئی۔ بابِ صغیر دمشق میں شیخ حنابلہ امام ابو الفرج عبد الواحد بن محمد شیر ازی دمشقی کے پہلو میں آپ کی تدفین مکابرِ صوفیہ میں کی گئی۔ امام ابن رجب حنبلی رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کے احوال تلاش کرنا متقاضی تتبع کتب کثیرہ ہے جو کہ الگ موضوعِ تحقیق ہے۔ محققین کو اس پر توجہ دینی چاہیے اور آپ کے احوال کو منظم ومنضبط کرنے کی ضرورت ہے۔

تاہم ان کے احوال کے لئے دیگر کتب کے علاوہ درج ذیل کتب کو ملاحظہ فرمائیں:

* زركلی، خير الدين ، الاعلام قاموس تراجم الاشهر والنساء من العرب، بيروت، دارا العلم الملامين: سن اشاعت ،1980،جلد 4،ص 67
* ابن العماد،ابی الفلاح عبد الحی بن احمد،شذرات الذهب فی اخبار من ذهب،دار ابن كثير، دمشق بيروت،الطبع الاولی،1994ء،جلد 8،ص580-581-
* عسقلاني، ابن حجر أحمد بن علي، الدرر الكامنة في اعيان المئه الثامنة ، بيروت: دار الجيل، س ـ ن ، د ،جلد،2،ص 321-322-
* عسقلاني، ابن حجر أحمد بن علي،انباء الغمر بانباء الغمر،احياء التراث الاسلاميه، قاہرہ، سن اشاعت،1969ء،جلد 1 ص 460 تا 461
* الدكتور محمد مجير الخطيب ،مجموع رسائل العلامة ابن رجب حنبلی،دار اللباب بيروت:لبنان،الطبة الاولی، 2014ء، جلد1 ،ص 13-121-
* ابن المبرد، يوسف بن حسين بن عبد الهادی، الجوہر المنضدفی طبقات متاخری اصحاب احمد، محقق، الدكتور عبد الرحمان بن سليمان. مكتبة العبكيان:الرياض، السعودية العربية ، ص 46-53

مگر آپ کی وفات کا واقعہ بھی دلچسپ ہے، جو کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی کرامت ہے، اس کو امام ابن العماد رحمۃ اللہ علیہ کی زبانی ملاحظہ فرمائیں:

> ولقد حدّثني من حفر لحد ابن رجب، أن الشيخ زين الدّين ابن رجب جاءه قبل أن يموت بأيام، قال : فقال لي: احفر لي هاهنا لحدا، وأشار إلى البقعة التي دفن فيها، قال: فحفرت له، فلما فرغ نزل في القبر واضطجع فيه فأعجبه، وقال: هذا جيد، ثم خرج. قال: فو الله ما شعرت بعد أيام إلّا وقد أتي به ميتا محمولا في نعشه فوضعته في ذلك اللّحد
>
> اور مجھے اس شخص نے بیان کیا جس نے ابنِ رجب رحمۃ اللہ علیہ کی لحد کھودی تھی کہ شیخ زین الدین ابنِ رجب اپنی وفات سے چند دن پہلے اس کے پاس آئے۔ انہوں نے مجھ سے فرمایا میرے لیے یہاں ایک لحد کھود دو، اور اس جگہ کی طرف اشارہ کیا جہاں بعد میں انہیں دفن کیا گیا۔ چناں چہ میں نے ان کے لیے لحد کھود دی۔ جب میں فارغ ہوا تو وہ خود قبر میں اترے اور اس میں لیٹ گئے، انہیں وہ پسند آئی، اور فرمایا یہ اچھی ہے۔ پھر وہ باہر نکل آئے۔ وہ کہتا ہے اللہ کی قسم! چند ہی دن گزرے تھے کہ انہیں مردہ حالت میں، جنازے پر اٹھا کر لایا گیا، اور میں نے انہیں اسی لحد میں رکھ دیا۔[i]

3۔ فہرستِ کتب مشمولہ مباحثِ تصوف:

آپ کی تصانیف کی تین اقسام ہیں:

* مطبوعات
* مخطوطات
* مفقودات

یہ وہ کتب ہیں جو یا تو تصوف کے موضوع پر ہیں یا اغلباً واکثراً مباحثِ تصوف کو بیان کیا گیا ہے۔ دوسرا اہم پہلو یہ بھی کہ یہاں فقط ان کتب کی فہرست شامل کی گئی جو مطبوعہ ہیں۔ مفقودات اور کچھ کتب جن کے مخطوطات دستیاب ہیں مگر مطبوعہ نہ ہونے کی وجہ سے ان کو شامل نہیں کیا گیا۔ کتب درج ذیل ہیں:

* لطائف المعارف فيما المواسم العام من الوظائف.
* جامع العلوم والحكم في شرح خمسين حديثا من جوامع الكلم .
* الذل والانكسار للعزيز الجبار .
* العلم النافع - مختصر في معنى العلم.
* كشف الكربة في وصف حال أهل الغربة.

* الكلام على قوله تعالى إنما يخشى الله من عباده العلماء۔
* شرح الحديث: ان اغبط اوليائى عندى لمؤمن خفيف الحاذ۔
* رسالۃ فى ذم القسوة القلب و ذكر اسبابها وما تزول بہ۔
* شرح الحديث: ما ذئبان جائعان۔
* شرح الحديث زيد بن ثابت: لبيک اللهم لبيک۔
* شرح الحديث: بعثت بالسيف بين يدى الساعۃ ۔
* اختيار الأولى شرح حديث اختصام الملاٍ الأعلى۔
* استنشاق نسيم الأنس من نفحات رياض القدس۔
* تحفة الأكياس بشرح وصية النبي لابن عباس ۔
* تحقيق كلمة الإخلاص وتحقيق معناها۔
* التخويف من النار والتعريف بحال أهل البوار ۔

4۔ تشریحِ حدیث کا صوفی منہج وامثلہ:

تشریح حدیث کے صوفی منہج کے متعدد مظاہر ہیں۔ چند درج ذیل ہیں:

* صوفیہّ بطور طبقۂ علمیہ
* حلاوتِ قلبیہ اور کاملیت ایمان
* استدلال واستشہادِ اقوال صوفیہّ
* اسماء صوفیہّ
* موضوعاتِ تصوف
* اصطلاحاتِ تصوف
* نقدِ تصوف

فتح الباری میں ہر باب کے عنوان کو اس کی متعلقہ احادیث کے ساتھ جوڑ کر یہ واضح کیا جاتا ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس عنوان کے ذریعے کس مسئلے کی طرف اشارہ کیا ہے، کس رائے کی تائید یا تردید مقصود ہے، اور حدیث کو باب کے تحت لانے کی علت کیا ہے۔ اس پہلو کے علاوہ امام ابن رجب حنبلی رحمۃ اللہ علیہ طبقات علمیہ کے اقوال نقل کرتے ہیں پھر اپنی رائے تحریر فرماتے ہیں۔ اہم اور وجہ ستدلال یہ پہلو ہے کہ آپ جہاں دیگر طبقاتہائے علمیہ کو بطور دلیل لیتے ہیں، وہیں صوفیہ کو بھی شامل رکھتے۔ اس کی مثال ملاحظہ فرمائیں:

> قَالَ الْبُخَارِيُّ فى باب قَوْلِ النَّبِيِّ ، و أَعْلَمُكُم بالله، وَأَنَّ الْمَعْرِفَةَ فِعْلُ الْقَلْبِ لِقَوْلِهِ تَعَالَى وَلَكِن يُؤَاخِذُكُم بِمَا كَسَبَتْ قُلُوبُكُمْ [ii] ۔[iii]
>
> امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کہ ”میں تم سب سے بڑھ کر اللہ کو جاننے والا ہوں“ کے بارے فرماتے کہ اللہ کی معرفت دل کا فعل ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے لیکن وہ تم سے اس بات پر مؤاخذہ کرے گا جو تمہارے دلوں نے کمائی۔

اس کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے کہ معرفت دراصل تصور اور تصدیق کے مجموعے کا نام ہے۔ اس میں علم بھی شامل ہے اور عمل بھی، اور یہ عمل دل کی تصدیق ہے۔ کیونکہ محض تصور میں تو مؤمن اور کافر دونوں شریک ہوسکتے ہیں، مگر تصدیق صرف مؤمن کے ساتھ خاص ہے۔ یہی اس کے دل کا عمل اور اس کی کمائی ہے۔ اس میں معرفت کی وضاحت فرماتے ہوئے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے قول کی تشریح فرمائی ہے۔ فتح الباری میں احادیث کی تشریح کے ساتھ ساتھ صحابہ، تابعین اور ائمہ سلف میں سے متکلمین مفسرین، شارحین وصوفیاء کے اقوال کو نہایت اہتمام کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے مذکورہ بالا مثال میں معرفت کی وضاحت کرتے ہوئے اقوال ذکر کرتے ہوئے لکھتے:

> وأصل هذا أن المعرفة مكتسبة تُدرك بالأدلة،وهذا قول أكثر أهل السنة من أصحابنا وغيرهم ورجحه ابن جرير الطبري، وروى بإسناده عن الفضيل ابن عياض أنه قال أهل السنة يقولون الإيمان المعرفة والقول والعمل.وقالت طائفة إنها اضطرارية لا كسب فيها. وهو قول بعض أصحابنا وطوائف من المتكلمين والصوفية وغيرهم .[iv]

اس بحث کی اصل یہ ہے کہ معرفت ایک حاصل کی جانے والی چیز ہے جو دلائل کے ذریعے حاصل ہوتی ہے۔ یہ ہمارے اصحاب اور دیگر اہلِ سنت کی اکثریت کا قول ہے، اور امام ابن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اسی کو راجح قرار دیا ہے۔ نیز انہوں نے اپنے اسناد کے ساتھ فضیل بن عیاض سے روایت کیا ہے کہ وہ فرمایا کرتے تھے کہ اہلِ سنت کہتے ہیں کہ ایمان، معرفت، قول اور عمل کا مجموعہ ہے۔ جبکہ ایک گروہ کا کہنا ہے کہ معرفت اضطراری ہے، اس میں بندے کی کوئی کمائی شامل نہیں۔ یہ قول ہمارے بعض اصحاب، نیز بعض متکلمین اور صوفیہ وغیرہ کا ہے۔

وكلام السلف في مثل هذا كثير جدا وقال أشهب سمعتُ مالكا يقول إياكم وأهل البدع فقيل يا أبا عبد الله وما البدع قال: أهل البدع الذين يتكلمون في أسماء الله، وصفاته، وعلمه، وقدرته، ولا يسكتون عما سكت عنه الصحابة، والتابعون لهم بإحسان خرجه أبو عبد الرحمن السلمي الصُّوفي في كتابه ذم الكلام وروى أيضا بأسانيده ذم الكلام وأهله ، عن مالك، وأبي حنيفة، وأبي يوسف، و محمد، وابن مهدي، وأبي عبيد، والشافعي، والمزني، وابن خزيمة. وذكر ابن خُزَيْمَةَ النَّهي عنه، عن مالك، والثوري، والأوزاعي، والشافعي، وأبي حنيفة، وصاحبيه، وأحمد ، وإسحاق، وابن المبارك، ويحيى بن يحيى، ومحمد بن يحيى الذهلي-وروى السلمي أيضاً النهي عن الكلام وذمه، عن الجنيد، وإبراهيم الخواص . فتبين بذلك أنَّ النهي عن الكلام إجماع من جميع أئمة الدين من المتقدمين من الفقهاء وأهل الحديث والصوفية.

اس موضوع پر سلفِ صالحین کے اقوال کثیر اور فراواں ہیں۔ امام اشہب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کو یہ ارشاد فرماتے سنا: اہلِ بدعت سے بچو اور کنارہ کش رہو۔ عرض کیا گیا اے ابو عبد اللہ! اہلِ بدعت سے کون لوگ مراد ہیں؟ فرمایا اہلِ بدعت وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے اسماء، صفات، علم اور قدرت کے بارے میں کلام کرتے ہیں اور ان امور میں خاموش نہیں رہتے جن میں صحابۂ کرام اور ان کے نقشِ قدم پر چلنے والے تابعین خاموش رہے۔ اس قول کو ابو عبد الرحمٰن سُلَمی صوفی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''ذمُّ الكلام''میں نقل فرمایا ہے۔ انہوں نے اپنی اسانید کے ساتھ علمِ کلام اور اہلِ کلام کی مذمت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ، امام محمد رحمۃ اللہ علیہ، ابن مہدی رحمۃ اللہ علیہ، ابو عبید رحمۃ اللہ علیہ، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، امام مُزَنی رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابن خزیمہ رحمۃ اللہ علیہ سے بھی روایت کی ہے۔ اور امام ابن خزیمہ رحمۃ اللہ علیہ نے علمِ کلام سے نہی اور اس کی ممانعت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، امام ثوری رحمۃ اللہ علیہ، امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے دونوں شاگردوں، امام احمد رحمۃ اللہ علیہ، امام اسحاق رحمۃ اللہ علیہ، امام ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ، یحییٰ بن یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ اور محمد بن یحییٰ ذُہلی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل فرمائی ہے۔ اسی طرح امام سُلَمی رحمۃ اللہ علیہ نے علمِ کلام کی مذمت اور اس سے نہی حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ اور ابراہیم خوّاص رحمۃ اللہ علیہ سے بھی روایت فرمائی ہے۔ ان تمام شواہد سے یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ علمِ کلام سے نہی دینِ اسلام کے تمام متقدم ائمہ فقہاء، محدثین اور صوفیہؒ کا اجماع ہے۔

ان اقتباسات سے واضح ہو جاتا ہے کہ تمام گروہ و طبقاتِ علم کا ذکر اس بات کی علامت ہے کہ آپ نے جملہ میادینِ علم سے استفادہ کیا اور اس کتاب کو جامع بنانے میں ہر ممکن سعی فرمائی اور صوفیہؒ کا ذکر اس طبقۂ علمیہ کی اہمیت اور فکرِ ابن رجب حنبلی رحمۃ اللہ علیہ کی عکاسی کرتا ہے۔ یہ پہلو بھی توجہ طلب ہے کہ علمِ کلام جیسے خالص علمی موضوع پر، صوفیہؒ کے اقوال نقل کرنا، ان کو بطور دلیل پیش کرنا، ان کی کتب سے استفادہ کرنا، اور ان کی اسانید سے مقدمین کے اقوال کی تخریج کرنا اس طبقہ کی ترسیخِ علمی کا شاہد بھی ہے اور امام ابن رجب حنبلی رحمۃ اللہ علیہ کے منہج کا عکاس بھی۔

2۔ حلاوتِ قلبیہ اور کاملیتِ ایمان:

ایک مقام پر ایمان کی کاملیت و اکملیت کا بیان کرتے ہوئے حلاوتِ قلبیہ کا بیان کرتے ہیں۔ جس حدیث کی تشریح و توضیح کی جا رہی ہے پہلے حدیث ملاحظہ فرمائیں:

عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: ثَلَاثٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ وَجَدَ حَلَاوَةَ الْإِيمَانِ، أَنْ يَكُونَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا، وَأَنْ يُحِبَّ الْمَرْءَ لَا يُحِبُّهُ إِلَّا لِلَّهِ، وَأَنْ يَكْرَهَ أَنْ يَعُودَ فِي الْكُفْرِ كَمَا يَكْرَهُ أَنْ يُقْذَفَ فِي النَّارِ[7]

انس سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا تین خصلتیں ایسی ہیں کہ جس میں یہ پیدا ہو جائیں اس نے ایمان کی مٹھاس کو پالیا۔ اول یہ کہ اللہ اور اس کا رسول اس کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب بن جائیں، دوسرے یہ کہ وہ کسی انسان سے محض اللہ کی رضا کے لیے محبت رکھے۔ تیسرے یہ کہ وہ کفر میں واپس لوٹنے کو ایسا برا جانے جیسا کہ آگ میں ڈالے جانے کو برا جانتا ہے۔

اس حدیثِ مبارکہ کی تشریح کرتے ہو آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے کہ:

فهذه الثلاث خصال من أعلى خصال الإيمان، فمن كملها فقد وجد حلاوة الإيمان وطعم طعمه فالإيمان له حلاوة وطعم يذاقُ بالقلوب كما يذاق حلاوة الطعام والشراب بالفم فإن الإيمان هو غذاء القلوب وقُوتُها كما أن الطعام والشراب غذاء الأبدان وقُوتُها، وكما أن الجسد لا يجد حلاوة الطعام والشراب إلا عند صحته فإذا سقم لم يجد حلاوة ما ينفعه من ذلك بل قد يستحلي ما يضره وما ليس فيه حلاوة لغلبة السقم عليه، فكذلك القلب إنما يجد حلاوة الإيمان إذا سلم من أسقامه وآفاته، فإذا سلم من مرض الأهواء المضلة والشهوات المحرمة وجد حلاوة الإيمان حينئذ، ومتى مرض وسقم لم يجد حلاوة الإيمان بل يستحلي ما فيه هلاكه من الأهواء والمعاصي .[vi]

یہ تینوں خصال ایمان کے اعلیٰ ترین مراتب میں شمار ہوتی ہیں۔ جو شخص ان کو کاملاً حاصل کر لے، وہ ایمان کی حلاوت اور اس کے ذائقے سے بہرہ ور ہوتا ہے۔ ایمان کی اپنی ایک حلاوت اور لذت ہے، جو دلوں سے چکھی جاتی ہے، جس طرح زبان سے کھانے اور پینے کی مٹھاس محسوس کی جاتی ہے۔ ایمان دراصل دلوں کی غذا اور قوت ہے، جیسے کھانا اور پینا جسم کی غذا اور قوت ہیں۔ یوں ہی جس طرح جسم بیمار ہو تو کھانے پینے کی اصل لذت محسوس نہیں کرتا، بلکہ کبھی نقصان دہ چیز کو خوش ذائقہ سمجھنے لگتا ہے، اسی طرح دل بھی جب بیماریوں اور آفات میں مبتلا ہو جائے تو ایمان کی حلاوت سے محروم ہو جاتا ہے بلکہ وہ دل ایسی خواہشات اور معاصی کو پسند کرنے لگتا ہے جو دراصل اس کی ہلاکت کا سبب ہیں۔ اور جب دل اَہواءِ باطلہ اور شہواتِ محرمہ سے پاک ہو جائے، تو اس وقت ایمان کی حلاوت اور اس کا ذائقہ نصیب ہوتا ہے۔ یہی وہ مقام ہے جہاں دل کو ایمان کی لذت ملتی ہے، اور بندہ اس سے حقیقی سکون اور سرور پاتا ہے۔

حدیثِ مبارکہ کی اس تشریح میں جس لذتِ قلبی کا بیان کیا جا رہا ہے وہ اصلاً صوفیہ کا موضوع ہے۔ تصوف اصلاحِ قلب و روح ہی تو ہے۔ اس اسی اصلاح و تزکیہ کا نتیجہ ہی ثمراتِ تصوف کہے جاتے ہیں۔ انہی کے حصول ہی تصوف کے مقاصد میں سے ہے۔ گویا اس مختصر عبارت میں مقاصدِ تصوف کو کمال جامعیت کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے۔

4۔ استدلال واستشہادِ اقوال صوفیہ:

مذکورہ بالا حدیث کی تشریح میں متعدد صوفیہ کے اقوال نقل فرماتے، مثال کے طور پر لکھتے کہ:

وقال ذو النون : كما لا يجد الجسد لذة الطعام عند سقمه كذلك لا يجد القلب حلاوة العبادة مع الذنوب۔[vii]

ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جس طرح بیمار جسم کو کھانے کی لذت حاصل نہیں ہوتی، اسی طرح گناہوں کے ساتھ دل کو عبادت کی حلاوت نصیب نہیں ہوتی۔

پھر فرماتے کہ:

وقال بعض السلف من عرف الله أحبه، ومن أحبه أطاعه فإن المحبة تقتضي الطاعة كما قال بعض العارفين المحبة الموافقة في جميع الأحوال۔[viii]

بعض سلف نے فرمایا جو اللہ کو پہچانتا ہے وہ اُس سے محبت کرتا ہے، اور جو اُس سے محبت کرتا ہے وہ اُس کی اطاعت کرتا ہے کیونکہ محبت لازماً اطاعت کو اپنے ساتھ لاتی ہے۔ اسی طرح بعض عارفین نے کہا محبت یہ ہے کہ ہر حال میں موافقت ہو۔

اسی طرح ایک مقام پر نقل فرماتے ہین کہ:

ومن لم تكن محبته على هذا الوجه فهو كاذب في دعوى محبة الله، كما قال بعض العارفين من ادعى محبة الله ولم يحفظ حدوده فهو كاذب

اس محبت میں اس درجہ پر قائم نہ ہو، وہ اللہ کی محبت کا دعویٰ کرنے میں جھوٹا ہے۔ چناں چہ بعض عارفین نے کہا جو اللہ کی محبت کا دعویٰ کرے مگر اُس کی حدود کی حفاظت نہ کرے، وہ جھوٹا ہے۔

یہ صرف چند امثلہ پیش کی گئی ہیں۔ جس سے یہ بات وضح ہو جاتی ہے کہ ان کا سلوب کیا ہے۔ ظاہر ہے کہ استقصاء کرنا نہ لازم ہے مقصود۔

5۔اسماء صوفیۃ:

جیسا کہ پہلے مذکور ہوا کہ احاطہ واستیعاب لازم نہیں نہ ہی مقصود ہے۔ صرف چند اسماء صوفیۃ جن کے اقوال کثرت سے نقل کرتے ہیں وہ درج ذیل ہیں:

* حسن بصری
* سفیان ثوری
* ابن مبارک
* اوزاعی
* ابو سلیمان دارانی
* مالک بن دینار
* احمد بن ابی الحواری
* رابعہ عدویہ
* ابو عبد الرحمان السلمی
* ابراہیم الخواص
* معروف کرخی
* فضیل ابن عیاض
* رابعہ شامیہ۔
* سری سقطی
* جنید بغدادی
* بشر حافی

* اسی طرح دیگر بزرگوں سے نقل کرتے ہیں۔[9]

6۔ موضوعات تصوف:

امام ابن رجب حنبلی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تصانیف میں بالعموم اور فتح الباری میں بالخصوص متعدد موضوعاتِ تصوف کو زیر بحث لائے ہیں، یہاں فقط دو کا ذکر کیا جارہا ہے۔ جو درج ذیل ہیں:

I. **مفہوم نہایت احسان**

II. **مفہوم رویۃ اللہ بقلب**

مفہوم نہایت احسان:

احسان کا مفہوم، اس کی اقسام و درجات، اثرات و کیفیات کا ذکر کرنے کے بعد نہایتِ احسان کا مفہوم لکھتے ہوئے بیان فرماتے ہیں کہ:

أن نهاية مقام الإحسان أن يعبد المؤمن ربه كأنه يراه بقلبه فيكون مستحضراً ببصيرته وفكرته لهذا المقام فإن عجز عنه وشق عليه انتقل إلى مقام آخر وهو أن يعبد الله على أنَّ الله يراه ويطلع على سره وعلانيته ولا يخفى عليه شيء من أمره . وقد وصى النبي ﷺ طائفة من أصحابه أن يعبدوا الله كأنهم يرونه، منهم ابن عمر، وأبو ذر ، ووصى معاذا أن يستحيي من الله كما يستحيي من رجل ذي هيبة من أهله۔[10]

مقام احسان کی انتہا یہ ہے کہ مؤمن اپنے رب کی عبادت ایسے کرے گویا وہ اسے اپنے قلب سے دیکھ رہا ہے، اور اس مقام کو اپنی بصیرت و فکر کے ذریعے ہمہ وقت حاضر رکھے۔ اگر وہ اس سے عاجز ہو اور اسے دشوار گزرے تو دوسرے مقام کی طرف منتقل ہو جائے، اور وہ یہ ہے کہ اللہ کی عبادت اس یقین کے ساتھ کرے کہ اللہ اسے دیکھ رہا ہے، اس کے ظاہر و باطن پر مطلع ہے، اور اس کا کوئی معاملہ اس پر پوشیدہ نہیں۔ نبی کریم ﷺ نے اپنے بعض صحابۂ کرام کو وصیت فرمائی کہ وہ اللہ کی عبادت ایسے کریں گویا وہ اسے دیکھ رہے ہیں انہی میں حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ ہیں اور حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو وصیت فرمائی کہ وہ اللہ سے ایسے حیا کریں جیسے اپنے گھر کے کسی باوقار بزرگ سے حیا کی جاتی ہے۔

مفہوم رویۃ اللہ بقلب:

اسی طرح قلب سے اللہ تعالی کے دیدار کا ذکر و مفہوم کو واضح کرتے ہوئے لکھتے کہ:

وقوله اعبد الله كأنك تراه إشارة إلى أن العابد يتخيل ذلك في عبادته، لا أنه يراه حقيقة لا ببصره ولا بقلبه ۔[11]

اور نبی کریم ﷺ کا یہ ارشاد کہ اللہ کی عبادت ایسے کرو گویا تم اسے دیکھ رہے ہو اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ عبادت گزار اپنی عبادت میں اسے **تصور** کرے، نہ یہ کہ وہ اسے حقیقتاً آنکھوں یا قلب سے دیکھے۔

اس سے یہ اندازہ لگانا مشکل امر نہیں کہ مباحثِ تصوف کو بیان کرنے والی شخصیت کا اپنا ذوقِ علمی کیا ہو گا۔

7۔ اصطلاحاتِ تصوف:

کسی بھی علم کی تفہیم و تفہم میں اس فن کی اصطلاحات کا کردار لازمی وضروری، اہم ولابدی ہوا کرتا ہے۔ اسی طرح علم تصوف میں بھی اصطلاحات پائی جاتی ہیں۔ ان کی تفہیم ہی تصوف کی معرفت تک پہنچا سکتی ہے۔ امام ابن رجب حنبلی رحمۃ اللہ علیہ نے درجنوں اصطلحاتِ تصوف کا استعمال فرمایا بلکہ اس کے معنی و مفہوم کو بھی واضح کیا۔ ان میں سے درج ذیل کا تذکرہ کیا جارہا ہے۔

* مشاہدہ
* مراقبہ
* وحشت
* انس
* تسکین

ان کی تفصیلات ملاحظہ فرمائیں:

مشاہدہ:

مشاہدہ کی تعریف واطلاق ومفہوم واضح کرتے ہوئے فرماتے کہ:

أن يشهد العبد بقلبه ذلك شهادة فيصير كأنه يرى الله ويشاهده، وهذا نهاية مقام الإحسان، وهو مقام العارفين. وحديث حارثة هو من هذا المعنى فإنَّه قال كأني أنظر إلى عرش ربي بارزاً، وكأني أنظر إلى أهل الجنة يتزاورون فيها وإلى أهل النار يتعاوون فيها، فقال النبي عرفت فالزم، عبد نور الله الإيمان في قلبه وهو حديث مرسل، وقد روي مسندا بإسناد ضعيف وكذلك قول ابن عمر لعروة لما خطب إليه ابنته في الطواف فلم يرد عليه ثم لقيه فاعتذر إليه وقال: كنا في الطواف نتخايل الله بين أعيننا . ومنه الأثر الذي ذكره الفضيل بن عياض يقول الله ما أنا مطلع على أحبابي إذا جنهم الليلُ جُعِلَتْ أبصارهم في قلوبهم، ومثلت نفسى بين أعينهم فخاطبوني على المشاهدة وكلموني على حضوري ـ [12]

بندہ اس حقیقت کو اپنے قلب سے اس طرح مشاہدہ کرے کہ گویا وہ اللہ کو دیکھ رہا ہے اور اس کے جمالِ ذات کا نظارہ کر رہا ہے اور یہ مقامِ احسان کی انتہا ہے۔ یہی عارفین کا مقام ہے۔ حارثہ رضی اللہ عنہ کی حدیث بھی اسی معنیٰ سے تعلق رکھتی ہے، کیونکہ انہوں نے عرض کیا گویا میں اپنے رب کے عرش کو آشکار دیکھ رہا ہوں، گویا میں اہلِ جنت کو دیکھ رہا ہوں کہ وہ ایک دوسرے کی زیارت کر رہے ہیں، اور اہلِ نار کو دیکھ رہا ہوں کہ وہ چیخ وپکار میں مبتلا ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تونے پہچان لیا، اب اسی پر جم جا یہ وہ بندہ ہے جس کے قلب کو اللہ نے ایمان کے نور سے منور کر دیا ہے۔ یہ حدیث مرسل ہے، اور مسند طریق سے بھی ضعیف سند کے ساتھ مروی ہے۔ اسی قبیل سے حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ کا وہ قول بھی ہے جو انہوں نے حضرت عروہ رحمۃ اللہ علیہ سے کہا، جب عروہ رحمۃ اللہ علیہ نے طوافِ کعبہ کے دوران ان سے اپنی بیٹی کا رشتہ مانگا اور انہوں نے کوئی جواب نہ دیا، پھر بعد میں ملے تو معذرت کرتے ہوئے فرمایا ہم طواف کے دوران اللہ کو اپنی آنکھوں کے سامنے تصور کیے ہوئے تھے۔ اسی سلسلہ میں وہ اثر بھی ہے جسے فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جب رات کی تاریکی میرے احباب کو اپنی آغوش میں لے لیتی ہے تو میں اس وقت انہیں اپنی خصوصی نگاہِ محبت سے دیکھتا ہوں ان کی آنکھیں ان کے دلوں میں رکھ دی جاتی ہیں، اور میری ذات ان کی آنکھوں کے سامنے جلوہ گر ہو جاتی ہے، پس وہ مجھ سے مشاہدے کی کیفیت میں ہم کلام ہوتے ہیں اور حضوری کے عالم میں مجھ سے باتیں کرتے ہیں۔

مراقبہ:

مراقبہ کی تعریف واطلاق ومفہوم واضح کرتے ہوئے فرماتے کہ:

مقام المراقبة، وهو أن يستحضر العبد قرب الله منه واطلاعه عليه فيتخايل أنه لا يزال بين يدي الله فيراقبه في حركاته وسكناته وسره وعلانيته، فهذا مقام المراقبين المخلصين، وهو أدنى مقام الإحسان۔[13]

مراقبے کا مقام یہ ہے کہ بندہ اللہ کی قربت اور اس کے اپنے احوال پر مطلع ہونے کو ہمہ وقت اپنے دل میں حاضر رکھے اور یہ گمان کرے کہ وہ ہر لحظہ اللہ کے حضور ہے، اور اپنی ہر جنبش وسکون، ہر پوشیدہ وآشکار حال میں اسی کی نگرانی میں ہے۔ یہ مراقبہ مخلصین کا مقام ہے، اور یہ احسان کا ادنیٰ مقام ہے۔

وحشت وانس اور تسکین:

وحشت وانس اور تسکین کی تعریف واطلاق ومفہوم واضح کرتے ہوئے ایک طویل اقتباس تحریر فرماتے ہیں۔ لکھتے کہ:

قال أبي بن كعب وغيره مِنَ السلف مثل نوره في قلب المؤمن فمن وصل إلى هذا المقام فقد وصل إلى نهاية الإحسان وصار الإيمان لقلبه بمنزلة العيان فعرف ربه وأنس به في خلوته وتنعم بذكره ومناجاته ودعائه حتى ربما استوحش من خلقه، كما قال بعضهم عَجِبْتُ للخليقة كيف أنست بسواك بل عَجِبْتُ للخليقة كيف استنارت قلوبها بذكر سواك وقيل لآخر أما تستوحش قال كيف أستوحش وهو يقول أنا جليس من ذكرني وقيل لآخر أما تستوحش وحدك قال ويستوحش مع الله أحد وكان حبيب أبو محمد يخلو في بيته ويقول من لم تقر عينه بك فلا قرت

عينه، ومن لم يأنس بك فلا أنس وقال الفضيل طوبى لمن استوحش من الناس وكان الله جليسه وقال معروف لرجل توكل على الله حتى يكون جليسك وأنيسك وموضع شكواك وقال ذو النون علامة المحبين لله أن لا يأنسوا بسواه ولا ثم قال إذا سكن القلب حب الله أنس بالله لأنَّ اللهَ معه، يستوحشوا أجل في صدور العارفين أن يحبوا غيره.[14]

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ اور ان کے علاوہ دیگر اسلافِ کرام نے فرمایا ہے اس کے نور کی مثال مؤمن کے قلب میں اس کے نور سے ہے۔لہٰذا جو شخص اس مقام تک رسائی پالے، وہ انتہائے احسان کو پہنچ گیا، اور ایمان اس کے دل کے لیے عیان کا درجہ اختیار کر گیا وہ اپنے رب کو پہچان لیتا ہے، اپنی خلوت میں اس سے انس پاتا ہے، اس کے ذکر و مناجات اور دعا میں لذت و سرور پاتا ہے، یہاں تک کہ کبھی کبھی مخلوق سے وحشت ہونے لگتی ہے۔ چناں چہ بعض اہلِ دل نے کہا ہے مجھے تخلیق پر عجب ہے کہ وہ تیرے غیر سے کیسے مانوس ہو گئی؟ بلکہ مجھے اس سے بھی عجب ہے کہ دلوں نے تیرے سوا کسی اور کے ذکر سے روشنی کیسے پائی؟ ایک اور بزرگ سے پوچھا گیا کیا آپ کو وحشت نہیں ہوتی؟ انہوں نے فرمایا میں وحشت کیسے محسوس کروں جبکہ وہ خود فرماتا ہے میں اس کا ہم نشین ہوں جو مجھے یاد کرے ایک اور سے کہا گیا کیا آپ تنہائی میں وحشت زدہ نہیں ہوتے؟ انہوں نے فرمایا بھلا اللہ کے ساتھ بھی کوئی وحشت میں مبتلا ہوتا ہے؟ حبیب ابو محمد رحمۃ اللہ علیہ اپنے گھر میں خلوت نشین ہوتے اور فرماتے جس کی آنکھ تجھ سے ٹھنڈی نہ ہوئی، وہ کبھی ٹھنڈی نہ ہو، اور جسے تجھ سے انس نصیب نہ ہوا، اسے انس کہاں نصیب ہوگا۔ فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا خوش نصیب ہے وہ جو لوگوں سے وحشت زدہ ہو جائے اور اللہ اس کا ہم نشین بن جائے۔ معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک شخص سے فرمایا اللہ پر ایسا توکل کرو کہ وہ تمہارا ہم نشین، تمہارا مونس اور تمہارے دردِ دل کا مرجع بن جائے۔ ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اللہ سے محبت کرنے والوں کی نشانی یہ ہے کہ وہ اس کے غیر سے انس نہ رکھیں اور نہ اس سے وحشت محسوس کریں پھر فرمایا جب دل میں اللہ کی محبت جاگزیں ہو جاتی ہے تو اللہ سے انس حاصل ہوتا ہے، کیونکہ اللہ اس کے ساتھ ہوتا ہے اور عارفین کے سینوں میں اللہ کا وقار اس سے بہت بلند تر ہے کہ وہ کسی اور سے محبت رکھیں۔

8۔ نقدِ تصوف

امام ابن رجب حنبلی رحمۃ اللہ علیہ جہاں تصوف کی اہمیت کو بیان کرتے ہیں وہیں آپ باطل نظریات کی تردید بھی کرتے ہیں۔ ان میں سے ایک نظریہ تفضیلِ اولیاء علی الانبیاء بھی ہے۔ یہ نظریہ جمہور صوفیہ کے برعکس ہے، خود صوفیہ نے کتبِ تصوف میں اس کی تردید فرمائی ہے۔ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی اس پر نقد کرتے ہوئے لکھتے کہ وہ دعویٰ جو بعض صوفیہ کی جانب سے کیا جاتا ہے کہ قلوب دنیا میں ہی اللہ کو اس طرح عیاناً دیکھ لیتے ہیں جیسے آخرت میں آنکھیں دیکھیں گی تو یہ دعویٰ سراسر باطل ہے۔ کیونکہ یہ وہ مقام ہے جس کے بارے میں صحابۂ کرام میں سے ابو ذر رضی اللہ عنہ، ابنِ عباس رضی اللہ عنہ، اور دیگر نے انکار کیا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی یہ روایت منقول ہے فرمایا کہ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صرف دو بار پیش آیا، اور اس سلسلے میں مرفوع احادیث بھی مروی ہیں۔ اسی طرح تابعین کی ایک جماعت جن میں حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ، ابو العالیہ رحمۃ اللہ علیہ، مجاہد رحمۃ اللہ علیہ، عبد اللہ بن الحارث بن نوفل رحمۃ اللہ علیہ، ابراہیم تیمی رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر شامل ہیں۔ ان سب نے کہا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کو اپنے قلب سے دیکھا۔ اگر یہ حضرات یہ اعتقاد نہ رکھتے کہ رؤیتِ قلبی انبیاء اور غیر انبیاء کے درمیان مشترک ہے، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اس کی تخصیص میں کوئی امتیاز اور فضیلت ہی باقی نہ رہتی خاص طور پر جبکہ انہوں نے صراحت فرمائی کہ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صرف دو بار ہوا۔ اس کے برخلاف یہ صوفیہ دعویٰ کرتے ہیں کہ رؤیتِ قلبی ان کے لیے ایک دائمی یا غالب حال و مقام بن جاتی ہے، اور یہیں سے انبیاء علیہم السلام پر اولیاء کی تفضیل کا فتنہ جنم لیتا ہے، اور اسی سے گمراہیوں، محالات اور جہالتوں کی ایک پوری فصل پھوٹتی ہے۔[15]

5۔ صوفی فکر میں قولِ فیصل:

امام ابن رجب حنبلی رحمۃ اللہ علیہ کی فکر کے حوالہ سے قولِ فیصل یہ ہے کہ آپ دین کی تکمیل احسان و علم باطن کے بغیر تسلیم نہیں کرتے، ان کو لازم و ضروری اور دین کا اہم رکن اور کمالِ ایمان قرار دیتے ہیں۔ دو امثلہ اس حوالہ سے ملاحظہ فرمائیں:

فهذا الحديث قد اشتمل على أصول الدين ومهماته وقواعده ويدخل فيه الاعتقادات والاعمال الظاهرة والباطنة، فجميع علوم الشريعة ترجع إليه من أصول الإيمان والاعتقادات ومن شرائع الإسلام العملية بالقلوب والجوارح ومن علوم الإحسان ونفوذ البصائر في الملكوت. وقد قيل: إنه يصلح أن يسمى أم السنة لرجوعها كلها إليه كما تسمى الفاتحة أم الكتاب وأم القرآن لمرجعه إليها [16]۔

یہ حدیث (حدیثِ احسان) دین کے اصولوں، اس کے مہمات اور اس کے قواعد وضوابط کو محیط ہے، اور اس میں عقائد، اعمالِ ظاہرہ اور اعمالِ باطنہ سب داخل ہیں۔ چنانچہ علومِ شریعت کی تمام شاخیں اسی حدیث کی طرف لوٹتی ہیں خواہ اصولِ ایمان اور مسائلِ اعتقاد ہوں، خواہ شرائع اسلامی کے وہ عملی احکام ہوں جن کا تعلق قلب سے ہے یا جوارح سے، خواہ علومِ احسان اور ملکوتِ الٰہی میں نافذ ہونے والی بصیرتیں ہوں۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس حدیث کو بجا طور پر "امّ السنۃ" کا لقب دیا جا سکتا ہے، کیونکہ سنتِ نبوی کے تمام علوم ومعارف اسی کی طرف رجوع کرتے ہیں بالکل اسی طرح جیسے سورۂ فاتحہ کو "امّ الکتاب" اور "امّ القرآن" کہا جاتا ہے، اس لیے کہ قرآنِ کریم کے تمام مضامین اسی میں سمٹے ہوئے ہیں۔

اسی طرح دین کی تعریف، جامعیت ومشمولیت کا بیان، ایمان واسلام واحسان پر تبصرہ اور احسان کا مقصود ومدعا ان الفاظ میں فرماتے ہیں:

فهذه المقامات الثلاث الإسلام والإيمان والإحسان يشملها اسم الدين، فمن استقام على الإسلام إلى موته عصمه الإسلام من الخلود في النار وإن دخلها بذنوبه ، ومن استقام على الإحسان إلى الموت وصل إلى الله عزَّ وجل، قال تعالى لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا الْحُسْنَى وَزِيَادَةٌ [17]وقد فسر النبي الزيادة بالنظر إلى وجه الله .

یہ تینوں مقامات اسلام، ایمان اور احسان سب "دین" کے تحت آتے ہیں۔ جو شخص موت تک اسلام پر استقامت کے ساتھ قائم رہا، اسلام اسے دوزخ میں ہمیشہ رہنے سے محفوظ رکھے گا اگرچہ وہ اپنے گناہوں کے سبب اس میں داخل ہی کیوں نہ ہو جائے۔ اور جو شخص موت تک مقامِ احسان پر استقامت کے ساتھ جما رہا، وہ اللہ عزّوجل کے وصال وقرب تک پہنچ جائے گا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ جن لوگوں نے احسان اختیار کیا ان کے لیے بھلائی ہے اور مزید بھی۔ اور نبی کریم ﷺ نے اس "زیادۃ" کی تفسیر اللہ تعالیٰ کے چہرۂ انور کے دیدار سے فرمائی ہے۔

دوسرے مقام پر فرماتے کہ:

الأعمال الباطنة من الخوف والرجاء، والأقوال الباطنة من التوحيد لأنَّ عمل الباطن أشرف من عمل الظاهر، وهو روح العمل الظاهر ولبه، والأعمال الظاهرة أعمال الجوارح إذا خلَتْ مِن أعمال القلوب كانت كالأجساد التي لا روح فيها. قال تعالى لَيْسَ الْبِرَّ أَن تُوَلُّوا وُجُوهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ[18]. قال مجاهد لَيْسَ الْبِرَّ أَن تُوَلُّوا وُجُوهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ يعني السُّجود وَلَكِنَّ الْبِرَ ما ثبت في القلوب من طاعة الله ويُبيِّنُ هذاأنَّ أعمال القلوب كالتوحيد والإخلاص، والخشية والرجاء، والمحبة والتوكل، ونحو ذلك لم تختلف فيها شرائع الأنبياء، وأما الأعمال الظاهرة فالشرائع فيها متنوعة ولهذا تُسمى أعمال القلوب حقيقة لأنها حقيقة كل شرع ومقصوده ومنتهاه، وهو لب الأعمال الظاهرة ورُوحُها، وعليه اتفقت شرائع المرسلين.[19]

باطنی اعمال جیسے خوف ورجا اور توحید کے متعلق عملِ باطن، عملِ ظاہر سے اشرف واعلیٰ ہے، اس کی روح اور اس کا مغز ہے۔ اعضاء وجوارح کے ظاہری اعمال جب قلبی کیفیات سے خالی ہوں تو ایسے اجساد کی مانند ہیں جن میں روح نہ ہو۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ نیکی مشرق ومغرب کی طرف منہ کرنا نہیں۔ حضرت مجاہد نے اس آیتِ کریمہ کی تفسیر میں فرمایا کہ مشرق ومغرب کی سمت رُخ پھیرنے سے مراد سجدہ ہے، اور نیکی سے مراد وہ اطاعت ہے جو دلوں میں راسخ وثابت ہو جائے۔ اور اس حقیقت کو یہ امر مزید روشن کرتا ہے کہ اعمالِ قلوب جیسے توحید واخلاص، خشیت ورجا، محبت وتوکل اور ان جیسے دیگر مقاماتِ باطنی ان میں انبیائے کرام کی شریعتوں کے درمیان کبھی اختلاف نہیں رہا، جبکہ ظاہری اعمال میں شرائع کا تنوع واختلاف ایک معلوم ومقرر حقیقت ہے۔ اسی لیے اعمالِ قلوب کو "حقیقت" کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے کہ یہی ہر شریعت کی اصل، اس کا مقصود اور اس کی انتہا ہے یہی ظاہری اعمال کا مغز اور ان کی روح ہے، اور انہی پر تمام مرسلین کی شریعتوں کا اتفاق واجماع رہا ہے۔

ان دو اقتباسات سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ امام ابن رجب حنبلی علم باطن و تصوف کو شریعتِ اسلامیہ میں کتنا اہم تصور کرتے ہیں۔

6۔ نتیجۃ البحث:

امام ابن رجب حنبلی رحمۃ اللہ علیہ کی علمی و تصنیفی زندگی پر نظر ڈالی جائے تو یہ حقیقت آفتابِ نیم روز کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ تصوف ان کے نزدیک محض ایک فنی بحث نہ تھا بلکہ ایک زندہ و پائندہ روایت تھی جس سے انہوں نے قلبی وابستگی اور علمی انہماک دونوں کے ساتھ نسبت استوار کی۔ انہوں نے مباحثِ تصوف پر قلم اٹھایا، مشمولات و معمولاتِ تصوف کو زیرِ بحث لائے، اصطلاحاتِ تصوف کی تشریح و توضیح فرمائی، اور احادیثِ نبویہ کی شرح میں اشاری و باطنی پہلوؤں کو اس مہارت سے سمویا کہ ظاہر و باطن کا حُسنِ امتزاج دیکھنے والوں کو حیرت میں ڈال دے۔ صوفیائے کرام کے اقوالِ زریں سے استشہاد اور ان کی کتبِ نفیسہ سے استفادہ ان کی تصانیف میں اس طرح جاری و ساری ہے جیسے کوئی نہرِ صافی چشمۂ اصل سے پھوٹ کر میدانِ علم کو سیراب کرتی چلی جائے۔ یہ سب شواہد مل کر اس امر پر دلالت کرتے ہیں کہ امام ابن رجب رحمۃ اللہ علیہ کا تعلق تصوف و صوفیہؒ سے محض سطحی واقفیت یا ناقدانہ تجسس کا نہ تھا، بلکہ یہ ایک صاحبِ ذوق عالم کی وہ گہری وابستگی تھی جو علم و عمل دونوں میدانوں میں یکساں جلوہ گر تھی۔ جس طرح گلشن میں بلبل کا رشتہ گُل سے، اور شمع کا ناطہ پروانے سے ہوتا ہے اسی طرح ان کے قلم کا رشتہ روایتِ تصوف سے تھا۔ ایک ایسا تعلق جو سینے کی گہرائیوں سے اُٹھتا اور صفحات پر اُتر کر نسلوں کے لیے سرمایۂ ہدایت بن جاتا۔ ان کی تصنیفی میراث اس بات کی گواہ ہے کہ انہوں نے تصوف کو حنبلی فکر کی اساس پر پرکھا اور اسے کتاب و سنت کی کسوٹی پر خالص پایا اور جو خالص ہو، اسے سینے سے لگانا ہی اہلِ علم کا شیوہ رہا ہے۔

یہ صرف ایک کتاب سے منتخب مباحث کو اختصار کے ساتھ لیا گیا ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی جملہ کتب کو لیا جائے تو کئی مقالہ جات تحریر کئے جا سکتے ہیں۔ جس پر محققین کی نظر التفات نہیں (الا ماشاء اللہ)۔ اس پہلو کو بھی موضوع تحقیق بنانے کی ضرورت ہے۔

حوالہ جات

[1] ابن العماد، ابی

Ibn al-ʿImād, Abū al-Falāḥ ʿAbd al-Ḥayy ibn Aḥmad, Shadharāt al-Dhahab fī Akhbār man Dhahab, Dār Ibn Kathīr, Damascus & Beirut, 1st ed., 1994 CE, vol. 8, p. 580.

[2] البقرہ، 2:225۔

Al-Baqarah, 2:225.

[3] ابن رجب حنبلی، ابو الفرج زین الدین، فتح الباری شرح صحیح البخاری، مکتبۃ الغرباء الاثریۃ، المدینہ المنورہ، 1996ء، ج1، ص88۔

Ibn Rajab al-Ḥanbalī, Abū al-Faraj Zayn al-Dīn, Fatḥ al-Bārī Sharḥ Ṣaḥīḥ al-Bukhārī, Maktabat al-Ghurabāʾ al-Athariyyah, Madīnah al-Munawwarah, 1996 CE, vol. 1, p. 88.

[4] ابن رجب حنبلی، فتح الباری شرح صحیح البخاری، ج1، ص88۔

Ibn Rajab al-Ḥanbalī, Fatḥ al-Bārī Sharḥ Ṣaḥīḥ al-Bukhārī, vol. 1, p. 88.

[5] بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری، کتاب الایمان، حدیث:16، ص16۔

Al-Bukhārī, Muḥammad ibn Ismāʿīl, Ṣaḥīḥ al-Bukhārī, Kitāb al-Īmān, Ḥadīth 16, p. 16.

[6] ابن رجب حنبلی، فتح الباری شرح صحیح البخاری، ج1، ص50۔

Ibn Rajab al-Ḥanbalī, Fatḥ al-Bārī Sharḥ Ṣaḥīḥ al-Bukhārī, vol. 1, p. 50.

[7] ابن رجب حنبلی، فتح الباری شرح صحیح البخاری، ج1، ص50۔

Ibn Rajab al-Ḥanbalī, Fatḥ al-Bārī Sharḥ Ṣaḥīḥ al-Bukhārī, vol. 1, p. 50.

[8] ابن رجب حنبلی، ابو الفرج زین الدین، فتح الباری، ج1، ص50۔

Ibn Rajab al-Ḥanbalī, Abū al-Faraj Zayn al-Dīn, Fatḥ al-Bārī, vol. 1, p. 50.

[9] الدکتور محمد مجیر الخطیب، مجموع رسائل العلامۃ ابن رجب حنبلی، دار اللباب، بیروت، الطبعۃ الاولی، 2014ء، ج1، ص155۔

Dr. Muḥammad Mujīr al-Khaṭīb, Majmūʿ Rasā’il al-ʿAllāmah Ibn Rajab Ḥanbalī, Dār al-Libāb, Beirut, 1st ed., 2014 CE, vol. 1, p. 155.

[10] ابن رجب حنبلی، فتح الباری شرح صحیح البخاری، ج1، ص211۔

Ibn Rajab al-Ḥanbalī, Fatḥ al-Bārī Sharḥ Ṣaḥīḥ al-Bukhārī, vol. 1, p. 211.

[11] ابن رجب حنبلی، فتح الباری شرح صحیح البخاری، ج1، ص214۔

Ibn Rajab al-Ḥanbalī, Fatḥ al-Bārī Sharḥ Ṣaḥīḥ al-Bukhārī, vol. 1, p. 214.

[12] ابن رجب حنبلی، فتح الباری شرح صحیح بخاری، ج1، ص212–213۔

Ibn Rajab al-Ḥanbalī, Fatḥ al-Bārī Sharḥ Ṣaḥīḥ al-Bukhārī, vol. 1, pp. 212–213.

[13] ابن رجب حنبلی، فتح الباری شرح صحیح بخاری، ج1، ص211۔

Ibn Rajab al-Ḥanbalī, Fatḥ al-Bārī Sharḥ Ṣaḥīḥ al-Bukhārī, vol. 1, p. 211.

[14] ابن رجب حنبلی، فتح الباری شرح صحیح بخاری، ج1، ص213–214۔

Ibn Rajab al-Ḥanbalī, Fatḥ al-Bārī Sharḥ Ṣaḥīḥ al-Bukhārī, vol. 1, pp. 213–214.

[15] ابن رجب حنبلی، فتح الباری شرح صحیح بخاری، ج1، ص214–215۔

Ibn Rajab al-Ḥanbalī, Fatḥ al-Bārī Sharḥ Ṣaḥīḥ al-Bukhārī, vol. 1, pp. 214–215.

[16] ابن رجب حنبلی، فتح الباری شرح صحیح بخاری، ج1، ص222۔

Ibn Rajab al-Ḥanbalī, Fatḥ al-Bārī Sharḥ Ṣaḥīḥ al-Bukhārī, vol. 1, p. 222.

[17] یونس، 10:26۔

Yūnus, 10:26.

[18] البقرہ، 2:177۔

Al-Baqarah, 2:177.

[19] الدکتور محمد مجیر الخطیب، مجموع رسائل العلامۃ ابن رجب حنبلی، ج1، ص350۔

Dr. Muḥammad Mujīr al-Khaṭīb, Majmūʿ Rasā’il al-ʿAllāmah Ibn Rajab Ḥanbalī, vol. 1, p. 350.